اس نئے بشپی حلقے کا رقبہ 18063 کلومیٹر ہے جبکہ آبادی ایک کروڑ بائیس لاکھ پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ 23 ہزار کیتھولکوں میں 11 ہزار بنگالی ہیں اور باقی قبائلی بنگالیوں میں کیتھولکوں کا تعلق سترھویں اور اٹھارویں صدی میں پرتگیزی مشنریوں کے زمانے سے ہے۔ جبکہ قبائلی کیتھولکوں کی اس وقت چوتھی نسل چل رہی ہے۔

نوجوانوں میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ جو پادریوں کی سی یا مذہبی طرزِ زندگی اپنانے کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ کیتھولک برادری 8 کلیسائی حلقوں اور 6 مشنوں میں تقسیم ہیں حلقے میں مذہبی سرگرمیوں کے لیے 28 پادری، 58 ننس، 48 مقامی خواتین اور 10 غیر ملکی مشنری) 7 بڑی پادریوں کی درسگاہیں اور 16 دینیاتی سکول شامل ہیں۔

(رپورٹ۔ انٹرنیشنل فائنڈر سروس)

یورپ / امریکہ

عیسائی اخوت کو اسلام کے خصوصی چیلنج کا سامنا ہے

یورپین چرچوں کی کانفرنس کے زیر اہتمام ایک اجلاس (23 سے 25 اپریل تک) جینوا میں منعقد ہوا۔ جس میں یورپ کی نئی صورت حال اور اس میں چرچ کے کردار کے بارے میں غور و خوص کرنے کے لیے یورپ کے تقریباً تمام ملکوں سے چرچ رہنماؤں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں پیش کردہ ایک مقالہ اکومینیکل پریس سروس نے جاری کیا ہے جس کے اقتباسات ہم یہاں درج کر رہے ہیں۔

عالمگیر عیسائی اتحاد (اکومینیکل) میں مثبت ترقی و ترویج کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ لوگوں کی ایک بڑھتی ہوئی تعداد (خصوصاً نوجوان طبقے) کے لیے چرچ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ اسے چھوڑ رہے ہیں۔ سابقہ مشرقی بلاک کے ملکوں میں صورتِ حال قدرے مختلف نظر آتی ہے۔ یہاں کے چرچوں کو ایک یقینی احترام حاصل ہے۔ اس کی وجہ اُن کا جمہوریت کے عمل میں وہ کردار ہے جس کی بنا پر وہ سماجی طور پر نہ صرف دوبارہ قابلِ قبول بن گئے بلکہ کسی حد تک سماجی اداروں کے مرکزی شعبوں کا ایک حصّہ بھی۔ ان ملکوں میں اس موضوع پر بھی بحث جاری ہے کہ یہاں کے نظاموں کو عیسائی اخلاقی بنیادوں اور عیسائی ثقافت کے اصولوں پر استوار کیا جائے۔

لیکن یہاں ایک تضاد یہ نظر آتا ہے۔ چرچوں کے ذریعے تحریکِ آزادی کی اس بازیافت سے اکومینیکل اتحاد کمزور ہوا ہے۔ جس سے تأثر یہ ابھرتا ہے کہ مملکت کے نظریہ کی طرف سے تمام چرچوں پر جو جبر و ظلم ہوتا رہا اس نے انہیں اس دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لیے اکھٹا ہوجانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ چرچ مختلف معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے رہے۔ اب جبکہ انہیں حتیٰ کہ اکومینیکل تحریک کو بھی وافر آزادی میسّر آئی ہے تو یوں لگتا ہے کہ انہوں نے اب اپنی ہی مسلّمہ روایات اور مفادات کے متعلق سوچنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری جانب اس بات کا مکمل ادراک موجود ہے کہ جیل میں پادریوں کی خدمات، ذرائع ابلاغ عامّہ اور اطلاعاتی کام اور دینیاتی تعلیم کے عیسائی سماجی بہبود کے شعبوں میں جو نئے مشنری مواقع میسّر آئے ہیں۔ ان سے صرف دو اکومینیکل تعاون کے ذریعے ہی مؤثر طور پر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت مقامی سطح پر اکومینیکل اشتراک عمل کے راہنما مقامی مذہبی اجتماعات کے وہ باہمی تعلقات ہیں۔ جن کی جڑیں گذشتہ دورِ استبداد میں مشترکہ طور پر حاصل کردہ ظلم و جبر کے تجربات میں نظر آتی ہیں۔

تاہم بہت سی مثالوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جمہوری عمل کے نتیجے میں مقامی اور علاقائی اداروں میں تشدد تنازعات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ یہاں قومی اور سیاسی مفادات، چرچ کے مفادات پر غالب آ گئے ہیں۔ جن کے نتیجے میں اکومینکل مخالف سنگین صورتِ حال کے ابھرنے کا امکان پیدا ہوگیا ہے۔

نہ تو قومی اور نہ ہی یورپین سطح پر اس ثقافتی صورتِ حال کو عیسائی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ عیسائیت کی اصطلاح سیکولر اور انتشار کن حقیقت پر صادق نہیں آتی عیسائیوں کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے کہ وہ ایسے ماحول میں رہنا سیکھیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ کسی خیالی قسم کی قومی یا یورپی ثقافت کی اپیلوں کی بجائے مستقبل میں چرچوں اور اہلِ ایمان کے عالمی اتحاد پر اپنی پوری توجہ مرکوز کریں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے معاشروں میں کوئی نیا بامقصد اور مفید مقام حاصل کریں۔ تو اس کے لیے عالمی سطح پر ایک نئی سمت کے تعین کی ضرورت ہوگی۔

عیسائیوں کی اخوت کے لیے کی جانے والی وہی کارروائیاں قابلِ ستائش ہیں۔ جو یورپین اقوام کے درمیان باہمی انحصار اور باہمی ذمہ داری کے بڑھتے ہوئے احساس کے ذریعے پروان چڑھیں۔ اس اخوت کو ان تاریخی ناانصافیوں کا بھی سامنا کرنا چاہیے۔ جو بیسویں صدی میں یورپی جنگوں کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھیں، اہم بات یہ نہیں ہے کہ یورپ کے اعلان کردہ انسانی حقوق پر عمل درآمد میں ناکام ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ مذہبی آزادی اور رواداری کی حمایت مسلسل جاری رکھی جائے۔